OPEN ACCESS
Al-Aẕvā الاضواء
ISSN 1995-7904 ;E 2415-0444
Volume 41, Issue, 65, 2026
www.aladwajournal.com

تمثیلات قرآنی کی تاویلات میں امام طبری کا اسلوب استدلال

The Methodology of Reasoning in Imam al-Tabari's Interpretation of Qur'anic Parables

Muniba Rizvi
Govt. Graduate College for women baghbanpura Lahore

Abstract

KEYWORDS

Methodology; Reasoning ; Imam al-Tabari; Interpretation' Qur'anic;

The Holy Qur'an is the final revealed Book of Allah. Among its many miracles, one of the most significant is its parabolic style. In this final revelation, Allah Almighty employs parables as a powerful means for human guidance, moral development, and spiritual reform. These parables aim to instill reflection, admonition, and gratitude in human beings.The study of Qur'anic parables (Amthāl al-Qur'an) constitutes an important subject within the sciences of the Qur'an and classical exegesis. The renowned exegete, Imam Ibn Jarir al-Tabari, recognizing the significance of this subject, adopts diverse interpretive approaches in explaining the parabolic verses in his exegetical work, Jāmi' al-Bayān 'an Ta'wīl Āy al-Qur'an.His methodology is grounded in transmitted knowledge harmonized with sound reasoning. It is characterized by clarity, strong argumentation, evidential support, and intellectual integrity. This article examines the methodological framework of Imam al-Tabari's reasoning in the interpretation of Qur'anic parables.

Date of Publication:
30-05-2026

قرآن حکیم حکمتوں سے لبریز خزینہ ہے اس کی حکمتوں میں سے ایک حکمت اور معجزات میں سے ایک معجزہ قرآن مجید کا تمثیلی اسلوب ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم کے بہت سے عقلی مفاہیم کو تمثیلی اسلوب میں بیان کیا ہے تاکہ مخاطبین کے لیے سمجھنے میں آسانی ہو۔ قرآنی امثال کا فلسفہ مشکل اور پیچیدہ مسائل کو سادہ اور آسان فہم کرکے بیان کرنا ہے۔ تشبیہ یا تمثیل کے ذریعے غیر محسوس چیز کو محسوس چیز کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے جس سے مخاطب کے لیے اس شے کا ادراک ممکن ہو جاتا ہے جس کو وہ بغیر تمثیل کے شاید نہ سمجھ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ صداقتوں اور حقائق کی توضیح و تشریح کے سلسلے میں امثال کا کردار ناقابل فراموش ہے۔ امثال کے ذریعے معنوی حقائق کو حسی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے جس کا سمجھنا اور ذہن نشین کرنا دونوں آسان ہوتے ہیں۔ امثال کی اسی اہمیت کے پیش نظر ہر ادب میں تعلیم و تعلم کے لیے اس کو آلہ کار بنایا گیا ہے اللہ جل و عز نے بھی اپنے بندوں کی اتمام حجت کے لیے اس معجزانہ اسلوب کو اپنی کتاب میں اختیار کیا ہے تاکہ انسان ان امثلہ سے نہ صرف عبرت و موعظت حاصل کرے بلکہ اللہ کے احکامات کو سمجھے اور ان پر عمل پیرا ہو۔ تفاسیر قرآن میں ان امثال کے بیان میں مختلف انداز و مناہج اختیار کیے گئے ہیں ذیل میں امام المفسرین ابن جریر طبری کی تفسیر جامع البیان عن تاویل ای القرآن میں امثال القرآن کے اسلوب و منہج پر روشنی ڈالنے سے قبل اس بحث کے اصولی مندرجات کو بیان کیا گیا ہے۔

(الف) تعارف امثال قرآن

مثال کا مادہ ''م ث ل ہے'' کتب لغۃ میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

والمثلُ عبارةٌ عن قولٍ في شيءٍ يشبه قولاً في شيءٍ آخر بينهما مشابهةً ليبيِّن احدهما الاخر و يصوره[1]

ابن فارس بیان کرتے ہیں:

مَثَلَ: الميم والثاء واللام اصلٌ صحيحٌ يَدُلُّ عَلَي مُنَاظَرَة الشیءِ للشیءِ وھذا مثلُ ھذا. اي نظيرة. والمثل والمثل في معني واحد.[2]

''مثل۔ میم ثاء اور ل اس کی اصل ہے جو کہ دلالت کرتا ہے کسی چیز کے کسی چیز کے لیے نظیر بنانے پر۔ اور یہ اس کا مثل ہے۔ یعنی نظیر ہے اور مثل اور مثال دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

ان تعریفات سے امثال کا مفہوم، مشابہ ہونا، ایک جیسا ہونا، خصوصیات کے اعتبار سے مماثلت ہونا سامنے آتے ہیں۔

امثال قرآن

وہ علم ہے جس میں قرآن حکیم میں موجود آیات امثال، ان کے اسرار و حکم اور ان کے فوائد و مقاصد پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں بیان کردہ امثال بے شمار حکمتوں و فوائد کی جامع ہیں۔ بلاشبہ یہ امثال قرآن کریم کی بلاغت اور اس کے اسرار ورموز کا ایک روشن باب ہیں۔" امثال" قرآن ایک اہم موضوع ہے جس میں غور وفکر کرنااور اس سے عبرت ونصیحت حاصل کرناضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایابے شک قران پانچ وجوہ پر نازل ہوا: حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال، پس تم حلال پر عمل کرو، حرام سے بچو۔ محکم کی پیروی کرو،متشابہ پر ایمان لاؤ اور امثال سے عبرت ونصیحت حاصل کرو۔[3]

امام زمخشری فرماتے ہیں:

تمثیل کی طرف جانے کا مقصد معانی کو منکشف کرنا، متوہم اور غیر محسوس چیز کو محسوس اور شاہد سے قریب لاناہے۔ پس اگر متمثل لہ (جس کے لیے مثال دی گئی ہے) عظیم ہے تو متمثل بہ (جس چیز سے مثال دی جارہی ہے) وہ بھی اسی کے مثل ہو گا۔ اور اگر ممثل لہ حقیر ہو تو متمثل بہ بھی حقیر ہو گا۔ مثال کی عظمت اور حقارت اس چیز کی عظمت اور حقارت پر مبنی ہوتی ہے جس کے لیے مثال دی جارہی ہو۔[4]

امام فخر الدین رازی امثال کے مقاصد یہ بیان فرماتے ہیں:

مثالیں اس لیے بیان کی جاتی ہیں کہ یہ دلوں پر اصل چیز سے زیادہ موثر ہوتی ہیں۔ مثال کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پوشیدہ چیز کو کسی واضح چیز سے تشبیہ دی جائے اور غیر موجود چیز کی مثال موجود چیز سے پیش کی جائے تاکہ اس کی ماہیت کا مکمل ادراک ہو سکے اور حس عقل کے مطابق ہو جائے اور یہ بات بڑی واضح ہے کہ ایمان کی کتنی ہی ترغیب بغیر مثال کے دی جائے دلوں پر اتنی اثرانداز نہیں ہوتی جس قدر نور کی تمثیل سے ہوتی ہے۔ اسی طرح کفر کی کتنی ہی نفرت کیوں نہ دلائی جائے اس کی قباحت عقل میں نہیں آتی جس قدر تاریکی کی تمثیل سے آتی ہے۔[5]

علامہ بدرالدین زرکشی فرماتے ہیں:

امثال معانی کو اشخاص کی صورت میں واضح کرتی ہیں اور اشخاص جلدی ذہن نشین ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کو سمجھنے میں ذہن کو حواس سے مدد ملتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مثال بیان کرنے کا مقصد غیر واضح اور غائب کو شاہد کے ساتھ تشبیہ دیناہے جب ایمان کو نور سے تشبیہ دی جائے تو ایمان دل میں مضبوط ہو جاتا ہے اور کفر کو ظلمت سے تشبیہ دی جائے تو اس کی قباحت دل میں پہلے سے زیادہ جم جاتی ہے اور تمثیل سے مخالف لاجواب بھی ہو جاتا ہے۔"[6]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان امثال کو بیان کرنے کی حکمتیں بیان کی ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ [7]

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ [8]

ان مذکورہ آیات میں عبرت وموعظت اور نصیحت پکڑنے کی دعوت دی ہے ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ [9]

سورۃ العنکبوت میں فرمایا:

﴿ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَ مَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴾[10]

قرآن کریم کی ان آیات سے امثال کے بیان کے جو مقاصد سامنے آتے ہیں، وہ یہ ہیں:

تذکیر، عبرت وموعظت کا حصول ، تفکر وتدبر، اور حقائق کا ادراک کرنے والا شعور

قرآن کریم میں پیش کردہ مثالوں میں حق کی حقانیت کو روشن کیا گیا ہے باطل کے بطلان کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ حق کو قبول کرنے اور حق سے متنفر ہونے والوں کے درمیان حد فاصل بیان کی گئی ہے۔ اللہ کی نعمتوں کو پانے والے سعادت مندوں اور نعمتوں کو جھٹلانے والوں کے حشر کو واضح مثالوں سے بیان کیا گیا ہے۔

(ب) آیات امثال کی تفسیر میں علامہ طبری کا منہج

امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر جامع البیان عن تاویل آي القرآن میں آیات امثال کو نہایت عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔

1۔ کافروں کی گمراہی اور جہالت کی مثال

﴿وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً١ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ [11]

"اور جو لوگ کافر ہیں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی ایسی چیز کو آواز دے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ سن نہ سکے۔ یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں کچھ سمجھ ہی نہیں سکتے۔"

امام طبری مذکورہ آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذکورہ آیت میں کفار کی جہالت وگمراہی کو مثال سے بیان کیا ہے۔ اللہ نے ان کے لیے چرواہے اور اس کے ریوڑ کی مثال بیان فرمائی ہے۔ ان کافروں کی مثال ان جانوروں کی سی ہے جو اپنے مالک یعنی چرواہے کی پکار اور آواز کو سنتا ہے لیکن اس کی بات کی سمجھ نہیں رکھتا بعینہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی وہ لوگ بھی داعی حق کی نصیحت کو فقط سنتے ہیں جانوروں کے ریوڑ کی مانند، اس کو سمجھنے کا فہم نہیں رکھتے۔

امام طبری نے اس آیت کی تفسیر میں ایک تاویل سے دو مختلف فیہ تاویلات کو نقل کیا ہے۔

تاویل اول:

امام طبری فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کافر کی کم فہمی اور کج فہمی کی مثال بیان فرمائی ہے جب اس کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور اللہ کی توحید کی

طرف بلایا جاتا اور نصیحت کی جاتی ہے اسے ان آیات کے ساتھ تو اس کا ردعمل ایسا ہی ہوتا ہے جیسے چوپائے جو چرواہے کی آواز کو تو سنتے ہیں لیکن اس بات سے بے بہرہ ہیں کہ ان کو کیا کہا جارہا ہے۔

تاویل ثانی:

اس بارے دوسرے قائلین کا قول یہ ہے کہ یہاں مثال بیان کی گئی ہے کفار اور ان کے معبودوں کی جن کو وہ کفار پکارتے ہیں اور وہ معبود اور اصنام نہ سنتے ہیں اور نہ عقل و شعور رکھتے ہیں۔ بالکل جانوروں کی طرح۔ امام طبری نے تاویل اول کو ترجیح دی ہے۔ اور اس قول کے دلائل میں سلف سے درج ذیل تفسیرات نقل کی ہیں۔

عکرمہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں آیت باری تعالیٰ ﴿وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا . . . .﴾ کفار کی مثال اونٹ یا گدھوں کی طرح ہے، جب انہیں پکارا جائے تو وہ آواز کو سنتے ہیں لیکن بات کو نہیں سمجھتے۔[12]

عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ اللہ کے فرمان ﴿وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا . . . .﴾ سے مراد بکریاں ہیں۔[13]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: ﴿وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ . . .﴾ میں کفار کی مثال اونٹ، گدھے اور بکریوں سے دی گئی ہے۔ اگر تم ان میں سے کہو بعض کو یا سب کو تو وہ فقط تمہاری آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے۔ اسی طرح کافر کی مثال ہے اگر انہیں کوئی بھلائی کا حکم دیا جائے یا برائی سے روکا جائے اور نصیحت کی جائے تو وہ اس کو نہیں سمجھتے فقط یہ کہ تمہاری آواز سنتے ہیں۔[14]

مجاہد سے مروی ہے ﴿كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ . . .﴾ میں اللہ تعالیٰ نے کافر کی مثال بیان کی ہے کہ اس کو جو کہا جائے وہ سنتا تو ہے لیکن عقل نہیں رکھتا پس اس کی مثال چوپایوں کی سی ہے کہ وہ چرواہے کی آواز کو سنتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔[15] قتادہ سے مروی ہے ﴿وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ . . . .﴾ میں کفار کی مثال بیان کی گئی ہے کہ کافروں کی مثال اونٹ اور بکریوں کی طرح ہے جو آوازوں کو سنتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے مراد کیا ہے۔[16] قتادہ سے مروی ہے اس آیت میں اللہ نے کافر کے لیے مثال بیان کی ہے وہ فرماتا ہے کافر کی مثال ایسے چوپائے کی طرح ہے جو چرواہے کی آواز سنتا ہے لیکن دیکھتا نہیں کہ کیا کہا گیا ہے بالکل ایسے ہی کافر ہے جو اس کے لیے کہا گیا ہے اس سے اس کو بھی کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا۔[17]

ربیع سے مروی ہے یہ مثال کافروں کے لیے بیان کی گئی ہے جو آواز تو سنتے ہیں لیکن جو کہا جائے اس کو سمجھتے نہیں۔[18] ابن جریج فرماتے ہیں میں نے عطاء سے اس آیت کے بارے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ کافروں کی مثال ہے کہ جو انہیں کہا جاتا ہے وہ سمجھتے نہیں ہیں یعنی جانوروں کی طرح ہیں۔ فقط یہ کہ وہ چرواہے کی پکار کو سنتے ہیں۔ پس وہ (کافر) ان ہی چوپایوں کی مانند ہیں وہ سنتے ہیں اور عقل نہیں رکھتے۔ اور مجاہد کہتے ہیں ﴿الَّذِيْ يَنْعِقُ﴾ سے مراد چرواہا ہے اور ﴿بِمَا لَا يَسْمَعُ﴾ سے مراد چوپائے ہیں۔[19]

ابن ابی نجیح کے طریق سے مجاہد سے مروی ہے ﴿كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ﴾ سے مراد چرواہا اور ﴿بِمَا لَا يَسْمَعُ﴾ سے مراد چوپائے ہیں۔[20]

سدی سے روایت ہے ﴿وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً﴾ فرماتے ہیں: نہیں عقل رکھتے اس کی، جو انہیں کہا جائے سوائے اس کے پکارا جائے تو آتے ہیں۔ جس طرف پکارا جائے ادھر چلے جائیں۔ ﴿الَّذِيْ يَنْعِقُ﴾ سے مراد مویشیوں کا چرواہا / راعی ہے جس طرح وہ راعی پکارتا ہے اور وہ نہیں سنتے سوائے پکار اور ندا کے پس اسی طرح حضرت محمدؐ انہیں (کفار کو) دعوت دیتے ہیں لیکن وہ نہیں سنتے (محض ہلکی پھلکی گفتگو) سمجھ کر۔ اللہ نے اسی لیے فرمایا ہے، وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں اور اندھے ہیں۔[21]

تاویل اول کے بارے سلف سے مروی تفسیرات بطور استشہادات نقل کرنے کے بعد امام طبری فرماتے ہیں:

"اس قول کے قائل نے جو تفسیر بیان کی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ نصیحت کرنے والے کی نصیحت کی مثال کافروں کے لیے ایسے ہے جیسے بکریوں کو ہانکنے والے چرواہے کی۔" فرماتے ہیں آیت میں ﴿مَثَلُ﴾ کی اضافت ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ کی طرف کی گئی ہے اور حذف کر دیا گیا ہے وعظ اور واعظ کے الفاظ کو کیونکہ کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔"[22] امام صاحب نے اسی قول کو ترجیح دی ہے، فرماتے ہیں:

> واولى التاويل عندي بالاية التاويل الاوّل الذي قاله ابن عباس ومن وافقه عليه، وهو أنَّ معني الاية: وَمَثَل وعظ الكافر وَ واعِظه كَمَثِل النَّاعِق بغنمه ونعيقه، فَانَّه يَسمَع نعيقَه وَلا يعقل كلامه على ما قد بَيَّنَّا قَبل.[23]

- اس مثال کی توضیح سے امام طبری کا اسلوب سامنے آتا ہے۔
- آیت امثال کی وضاحت میں مختلف فیہ اقوال پیش کرنا۔
- ان پیش کردہ اقوال کو سلف کی تفسیرات سے موکد بنانا۔
- قرآئن کی بنیاد پر ترجیحی مؤقف اختیار کرنا۔
- ترجیحی قول کے موافق استشہادات نقل کرنا

2-ضیاع اعمال / صدقہ باطل ہونے کی مثال

امثال القرآن کی دوسری قسم وہ ہے جس میں لفظ مثل تو نہیں آتا لیکن مثال بیان کر دی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ ذیل میں امثال القرآن کی اس قسم میں تفسیر طبری سے امام طبری کے منہج کے چند نظائر پیش کئے گئے ہیں۔

> ﴿ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ﴾[24]

”کیا تم میں سے کوئی بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور ہر قسم کے پھل موجود ہوں اس شخص کا بڑھاپا آگیا اس کے بچے بھی چھوٹے ہوں اور اچانک باغ میں تند آندھی آئے جس میں آگ بھی ہو اور باغ کو وہ جلاڈالے، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔“

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں امام طبری فرماتے ہیں اس آیت کے معنی یہ ہیں: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ﴾[25]

پھر فرماتے ہیں: ﴿ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ . . . . ﴾ الایہ میں﴿ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ ﴾ سے مراد کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے﴿اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ﴾ یعنی اس کے باغ ہوں﴿ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ کھجور اور انگور کے اور ان باغوں کے نیچے نہریں بہتی ہوں۔﴿لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ﴾ یعنی تم میں سے ہر ایک کے لیے اس باغ میں ہر طرح کے میوے موجود ہوں اور اس کو بڑھاپا آئے۔

اور بے شک اللہ جل ثناوہ نے یہاں کھجور اور انگور کے باغ کا بیان کیا ہے۔ اللہ مومن بندوں سے فرماتا ہے: ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ﴾ مثلاً منافق کا انفاق کرنا جو وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے نہ کہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے خرچ کرتے۔[26]

یہ مثال اللہ نے منافقین میں سے اس شخص کے بارے بیان کی ہے جو لوگوں کو دکھانے یعنی ریاکاری میں اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ یہ مثال اسی پہلی مثال کی دوسری نظیر ہے جو اللہ نے آیت باری تعالیٰ:

﴿ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ﴾ میں بیان کی ہے۔

اس آیت کی تاویل میں اہل تاویل کے مختلف فیہ اقوال ہیں۔

اِلَّا أنَّ مَعَاني قولهم في ذلك. وإن اختلفَتْ تصاريفهم فيها. عَائِدة إلي المعني الذي قلنا في ذلك وَاحسنهم إبَانة لمعناها وَاَقْرَبهم إلي الصواب قولاً فيها السدي.

"جان لو کہ اگرچہ ان مفسروں کے اقوال کے الفاظ و اسالیب مختلف ہیں، لیکن ان سب کا مفہوم اس معنی کی طرف لوٹتا ہے جو ہم نے بیان ہے، اور ان میں سب سے بہتر وہ ہے جس نے اس کے معنی کو سب سے واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اور ان میں سب سے درست قول سدی کا ہے۔"

امام طبری نے سدی سے روایت کیا ہے﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ﴾ سے قول باری تعالیٰ﴿فَاحْتَرَقَتْ﴾ یہ دوسری مثال ہے ریاکاری کے طور پر خرچ کرنے کی وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے۔ پس اس کا مال اس کے پاس سے چلا جاتا / ضائع ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اجر نہیں عطا فرماتا۔ پس جب قیامت کا دن ہو گا اور وہ اپنے خرچ کا محتاج ہو گا تو وہ دیکھے گا کہ ریاکاری نے اسے جلا دیا ہے اور وہ ضائع ہو گیا ہے جس طرح اس شخص نے

اپنے باغ پر خرچ کیا حتی کہ جب وہ بوڑھا ہو گیا اور اس کی اولاد زیادہ ہو گی اور اسے اپنے باغ کی ضرورت ہوئی تو بادِ سموم آتی اور اس کے باغ کو جلا دیا۔ پس اس نے اس سے کچھ بھی نہ پایا پس یہی حال منافق کے انفاق کا ہے۔[27]

امام طبری نے مجاہد سے روایت کیا ہے۔ قول باری تعالیٰ ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ﴾ کے بارے فرماتے ہیں یہ اطاعت الٰہی میں کوتاہی کرنے والے شخص کی مثال ہے جو اللہ کی اطاعت سے غافل رہتا ہے یہاں تک کہ مر جاتا ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اس کے پاس دنیا ہو اور وہ اس میں، اللہ کی طاعت کا کوئی عمل نہ کرے۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس باغات تھے جن کے نیچے نہریں جاری تھیں اور اس میں اس کے لیے ہر طرح کے میوے تھے۔ پس بڑھاپے نے اسے آلیا اور اس کے بچے ناتواں تھے۔ باد سموم آئی جس میں آگ تھی پس اس نے جلا ڈالا۔ پس اسی طرح مثال اس کی موت کے بعد جسے کہ آگ نے جلا ڈالا اس کے باغ کو اور وہ بوڑھا تھا اور اسے اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچا اور اس کے بچے چھوٹے تھے انہوں نے بھی کوئی فائدہ نہ دیا۔ اسی طرح وہ غافل شخص ہے جو موت کے بعد ہر شے کے بارے حسرت کرے گا۔[28]

امام طبری نے اسی کے مثل حدیث مجاہد سے نقل کی ہے۔[29]

امام عبد بن حمید نے عطا سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے صحابہ سے اس آیت ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ . . . ﴾ کے بارے سوال کیا پھر فرمایا۔ اس آیت کے بارے کسی نے میری تشفی نہیں کی۔ حضرت ابن عباس آپ کے پیچھے تھے، فرمایا: اے امیر المومنین! میرے دل میں اس آیت کے متعلق ایک تفسیر ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنے نفس کو حقیر نہ سمجھئے اور بیان کیجئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا امیر المومنین یہ مثال ہے جو اللہ نے بیان فرمائی ہے۔ فرمایا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ تمام عمر نیک صالح اور سعادت مندوں والے اعمال کرتا رہے حتی کہ جب اس کی عمر بڑی ہو جائے اور موت کا وقت قریب آجائے اور اسے نیک اعمال پر خاتمہ کی ضرورت ہو پھر اس وقت وہ بدبختوں والے کام کرنے لگے جائے۔ پس وہ اپنے تمام اعمال کو خراب کر دے اور اس کی بد اعمالیاں اس کے نیک اعمال کو جلا دیں جن اعمال کا وہ ضرورت مند تھا۔[30]

امام ابن جریر نے ابن ابی ملکیہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت عمر نے یہ آیت ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ . . . ﴾ تلاوت فرمائی اور فرمایا یہ مثال اس شخص کی مثال ہے جو نیک عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ جب اسے عمر کے آخری حصہ میں نیک اعمال کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ اس وقت بُرے اعمال میں مشغول ہو جاتا ہے۔[31]

امام جریر طبری نے عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اصحاب رسول ﷺ سے پوچھا یہ آیت ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ . . . ﴾ کس کے بارے نازل ہوئی؟ صحابہ نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے۔ حضرت عمرؓ ناراض ہوئے اور فرمایا کہو ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اے امیر المومنین! میرے دل میں ایک خیال ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا: اے میرے بھتیجے بیان کرو اور اپنے نفس کو حقیر نہ جانو۔ حضرت ابن عباسؓ نے

فرمایا یہ عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کون سا عمل؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا عمل کی مثال ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ایک غنی آدمی کی مثال ہے جو اللہ کی اطاعت کے اعمال کرتا ہے پھر اللہ اس کے پس شیطان کو بھیجتا ہے پس وہ گناہوں کے عمل کرنے لگتا ہے حتی کہ وہ اپنے تمام اعمال کو غرق کر دیتا ہے۔[32]

ابن جریج سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ابو بکر بن ابی ملیکہ سے سنا وہ فرماتے ہیں میں نے ابن عباسؓ سے سنا آپ دونوں فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ نے اصحاب رسول ﷺ سے پوچھا۔ (پس ذکر کیا سابق روایت کو) مگر انہوں نے فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: وہ شخص جو نیکیوں کے کام کرتا ہے پھر بھیجا اللہ نے اس کے پاس شیطان اور وہ عمل کرنے لگتا ہے گناہوں کے۔[33]

ابن جریج فرماتے ہیں مجاہد سے مروی ہے انہوں نے ابن عباسؓ کو فرماتے سنا۔ یہ مثال طاعت الٰہی میں کوتاہی کرنے والے شخص کی ہے حتی کہ اسے موت آلے۔ ابن جریج فرماتے ہیں مجاہد فرماتے ہیں کیا تم میں سے کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس دنیا کی زندگی ہو اور وہ اس میں اللہ کی اطاعت کا کوئی عمل نہ کرے۔ جس طرح مثال ہے اس شخص کی جس کا باغ تھا اس کے مثل اس کی موت کے بعد جیسے کہ اس مثال میں جل گیا اس کا باغ اور وہ بوڑھا تھا اور کسی چیز نے اسے فائدہ نہ دیا۔ اور اس کی اولاد کم سن تھی اس سے بھی اس کو کوئی فائدہ نہ ہوا اسی طرح طاعت الٰہی میں کوتاہی کرنے والے کی مثال ہے کہ موت کے بعد اس کو ہر چیز پر حسرت ہو گی۔[34]

قتادہ سے مروی ہے: ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ . . . ﴾ الآیہ اللہ فرماتا ہے: اس کو پہنچے تیز شدید گرم ہوا۔ ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ فرمایا یہ مثال ہے پس عقل حاصل کرو۔ اللہ عزوجل کی بیان کردہ مثالوں سے۔ بے شک اللہ فرماتا ہے ﴿وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَ مَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴾ یہ شخص بڑھاپے کی انتہا کو تھا۔ اور کثیر عیال تھا پھر اس کا باغ جل جائے عین اس وقت جب اس کو اس کی حاجت ہو فرمایا۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ ضائع ہو جائیں اس کے اعمال یوم قیامت میں جب اس کو اس کی حاجت زیادہ ہو۔

قتادہ سے مروی ہے وہ ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ﴾ سے ﴿فَاحْتَرَقَتْ ﴾ کے بارے فرماتے ہیں۔ پس اس کے پاس سے اس کا باغ چلا گیا جب اس کو اس باغ کی زیادہ حاجت تھی۔ وہ بوڑھا تھا اور وہ کمانے سے ضعیف تھا اور اس کے بچے ناتواں تھے جس سے اس کو کوئی نفع نہ مل سکا۔ فرمایا۔ اور حسن فرماتے ہیں ﴿فَاحْتَرَقَتْ ﴾ سے مراد پس چلا گیا اس کے پاس سے جو اس کے پاس تھا عین حاجت کے وقت اسی طرح یہ قول ہے کہ کیا کوئی چاہتا ہے کہ اس سے اس کے اعمال چلے جائیں جب اسے ان اعمال کی ضرورت ہو۔[35]

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک اچھی مثال بیان فرمائی ہے اور اللہ کی تمام مثالیں اچھی ہیں۔ فرماتے ہیں، جوانی میں باغ لگائے پھر اس کو بڑھاپا لاحق ہو اور اس کی اولاد اس کی آخری عمر

میں کم سن ہو، باغ میں ایک بگولا آئے جس میں آگ ہو اور اس کے باغ کو جلا دے اسے پھر اس طرح کا باغ لگانے کی قوت نہ ہو اور نہ اس کی نسل میں ایسے افراد ہوں جن پر اس نے احسان کیا ہو اور وہ اس کے ساتھ مل کر اس کی دیکھ بھال کریں۔ اسی طرح قیامت کے دن جب کافر کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا تو اس کے لیے کوئی نیک عمل نہ ہو گا تاکہ اس کے بل بوتے پر اس کو توبہ کا موقع دیا جائے جس طرح اس کے لیے کوئی قوت نہیں ہے تاکہ پہلے جیسا باغ لگا سکے اور نہ اس نے نیکی کا کوئی کام کیا ہے جس کا صلہ اس کی طرف لوٹے جس طرح اس کو اپنی اولاد سے فائدہ حاصل نہ ہوا اور ضرورت کے وقت اجر سے محروم رہے گا جس طرح یہ شخص اپنے باغ سے بڑھاپے اور اولاد کی کمزوری کے وقت محروم رہا۔ یہ مثال اللہ نے مومن اور کافر کو جو کچھ دنیا میں دیا گیا اس کے بارے بیان کی ہے کہ مومن آخرت میں کیسے نجات پائے گا اور ذخیرہ کیا گیا ہے اس کے لیے اکرام و نعمتوں کو روکا گیا مال کو دنیا میں اس سے اور کافر کے لیے دنیا میں وہ مال پھیلا دیا ہے جو جدا ہو جاتا ہے اور اس کے لیے شر کے خزانے ہیں جو کبھی جدا ہونے والے نہیں وہ ان میں ہمیشہ رہے گا اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے اس نے اپنے ساتھی پر فخر کیا کہ جو میرے پاس ہے وہ ہمیشہ رہے گا اور نہیں یقین رکھتا تھا اپنے رب سے ملاقات پر۔

اس مثال کی توضیح میں امام صاحب کا ایک الگ اسلوب نمایاں ہوتا ہے

- مثال کی وضاحت دوسری مثال پیش کرنا جو وضاحت طلب مثال کی تفصیل بن سکے
- مختلف فیہ تفسیرات نقل کرنا
- "اقرب الی الصواب قولا فیھا" کے ساتھ کسی قول کو مرادی معنی میں فوقیت دینا۔

3۔ کافر اور مومن کے اعمال کی مثال

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا هَلْ يَسْتَوٗنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[36]

”خدا ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے جو (بالکل) دوسرے کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے ہاں سے (بہت سا) مال طیب عطا فرمایا ہے اور وہ اس میں سے (رات دن) پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا رہتا ہے تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ (ہرگز نہیں) الحمد للہ لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں سمجھ رکھتے۔

آیت باری تعالیٰ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے راہ خدا میں خرچ کرنے اور نہ کرنے والوں کی ایک حسی مثال سے کافر اور مومن میں فرق واضح کیا ہے۔ اور واضح کیا ہے کہ حقیقت میں یہ دو فریق برابر نہیں ہو سکتے۔

امام طبری نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کافر اور مومن کے لیے تشبیہات بیان کیں ہیں۔ کافر کی مثال ایسی ہے کہ اس سے اللہ کی اطاعت کے اعمال سرزد نہیں ہوتے اور نہ ہی اس سے خیر کے کسی کام کی امید ہے۔ اس پر اللہ نے خذلان اور رسوائی ایسی مسلط کر رکھی ہے کہ جو مال اللہ نے اسے دیا ہے وہ اسے اللہ

تعالیٰ کے راستے پر خرچ نہیں کرتا۔ اس کافر کی مثال اس غلام کی سی ہے جو کسی بھی چیز کو خرچ کرنے کی قدرت و اختیار نہ رکھتا ہو۔ اور جہاں تک تعلق ہے مومن کا اللہ کے ساتھ تو اس کا ہر عمل اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت کے تابع ہے اور وہ اللہ کے رستے میں انفاق کرتا ہے اور اپنا مال خرچ کرتا ہے اللہ کے رستے میں۔ پس اس بندہ مومن کی مثال اس بندہ حُر یا آزاد شخص کی طرح ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال سے نوازا ہو اور وہ اس مال کو پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرے۔ فرمایا کیا لوگوں میں سے علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں ر پھر فرمایا کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ وہ شخص جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور وہ ایک آزاد شخص جس کو اللہ تعالیٰ حلال رزق یعنی رزق حسنا سے نوازا اور وہ اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہتا ہے جیسا کہ اس کا وصف بیان کیا ہے پس اسی طرح کافر جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف گناہ کے کام کرے اور مومن جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام کرے، برابر نہیں ہو سکتے۔[37]

مذکورہ بالا تفسیر بیان کرنے کے بعد امام صاحب نے اپنی اس تاویل کو یوں موکد بنایا ہے۔ فرماتے ہیں:

و بنحو ماقلنا فی ذلك كان بعض أهل العلم يقول ذكر مَن قال ذلك[38]

قتادی سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے کافر کے لیے بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو مال اور رزق سے نوازا لیکن اس نے اس مال کو کسی خیر کے کام میں خرچ نہیں کیا اور نہ ہی اس سے اطاعت الٰہی کا کوئی کام سرانجام دیا اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا﴾ اس سے مراد مومن ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے مال عطا کیا اور اس کو اس نے اطاعت الٰہی والے اعمال میں خرچ کیا۔ اور اس کو اس نے شکر اور حق کی معرفت کے ساتھ حاصل کیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اس عارضی رزق کے خرچ کرنے کی وجہ سے جنت کا دائمی رزق عطا فرما دیا اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا﴾ (ہود 24:11) اللہ کی قسم یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[39]

معمر کی سند سے قتادہ سے مروی ہے ﴿عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ سے مراد کافر ہے جو طاعت الٰہی والے اعمال نہیں انجام دیتا اور نہ ہی خیر کے کاموں میں خرچ کرتا ہے۔ ﴿وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا﴾ سے مراد مومن ہے جو اپنے نفس اور مال دونوں ہی اطاعت الٰہیہ میں لگائے رکھتا ہے۔[40]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ سے مراد کافر ہے کیونکہ وہ انفاق کرنے کی استطاعت ہی نہیں رکھتا اور وہ بھی انفاق فی سبیل اللہ۔ ﴿وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا﴾ سے مراد مومن ہے اور یہ اس کے انفاق کی مثال ہے۔[41]

- آیت مبارکہ کے مرادی معانی کی وضاحت۔
- آیت امثال کی تفسیر کی تائید میں سلف کے تفسیری اقوال بطور دلیل پیش کرنا۔

4-معبود برحق اور معبود باطل کی حقیقت

﴿وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍهَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾[42]

"اور خدا ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ دو آدمی ہیں ایک ان میں سے گونگا (اور دوسرے کی مِلک) ہے (بے اختیار اور ناتواں) کہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اپنے مالک کو دوبھر ہو رہا ہے وہ جہاں اسے بھیجتا ہے (خیر سے کبھی) بھلائی نہیں لاتا۔ کیا ایسا (گونگا بہرا) اور وہ شخص جو (سنتا بولتا اور) لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے۔ دونوں برابر ہیں؟

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر نے بیان کیا ہے یہ مثال اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے اور باطل معبودوں کے بارے میں بیان فرمائی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ یعنی اس سے مراد بت ہیں جو نہ سنتے ہیں کچھ اور نہ ہی بولتے ہیں کیونکہ وہ یا تو سخت لکڑی سے تراشے گئے یا تانبے سے بنائے گئے ہیں اور اپنے خدمت گزاروں کو کوئی نفع دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ ہی ان سے کسی تکلیف کو دور کر دینے کی سکت رکھتے ہیں۔ ﴿ وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ﴾ فرماتے ہیں۔ وہ بوجھ ہے اپنے چچازاد پر اور اپنے حلیفوں اور اہل ولایت پر پس اسی طرح وہ بت ہیں جو بوجھ ہیں ان لوگوں پر جو ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ محتاج ہیں کہ ان کو تراشا جائے، ان کو اٹھایا جائے اور ان کی خدمت کی جائے بالکل انسانوں میں سے اس گونگے انسان کی طرح جو کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا وہ بوجھ ہے اپنے اولیا پر اپنے چچازاد وغیرہ پر۔ ﴿اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ﴾ اس کی توضیح میں فرماتے ہیں جس طرف بھی جائے وہ خیر نہیں لاتا کیونکہ وہ سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے جو اس کو کہا جائے۔ اور وہ اپنے نفس کے بارے قدرت نہیں رکھتا پس وہ نہ تو خود سمجھ سکتا ہے اور نہ اس سے سمجھا جا سکتا ہے۔ پس اسی طرح بت ہیں جو نہ تو اس کی عقل رکھتے ہیں جو ان کو کہا جائے اور نہ ہی کسی امر کو انجام دے سکتے ہیں۔ اور نہ وہ بول کر کسی کام کو کرنے کا حکم دے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کام کو منع کر سکتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ) یعنی کیسے برابر ہو سکتے ہیں وہ گونگا جو بوجھ ہے اپنے مالک پر کہ کہیں بھی جائے اپنے آقا کے لیے کوئی خیر نہیں لا سکتا اور وہ شخص جو بولنا جانتا ہے اور حق بات کرتا ہے اور دعوت حق کی طرف بلاتا ہے۔ اور وہ اللہ واحد القہار ہے جو اپنے بندوں کو اپنی توحید اور اطاعت کی طرف بلاتا ہے۔ امام طبری فرماتے ہیں نہیں ہو سکتے برابر وہ اعلیٰ ذات رب اعلیٰ جس کے اوصاف بتائے گئے اور وہ بت جن کی خصوصیات بتائی گئی ہیں۔

وَقولہ ﴿وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ اس کی تفسیر میں امام طبری فرماتے ہیں: اس کا حکم عدل کے ساتھ حق کے راستے پر ہوتا ہے وہ بلاتا ہے عدل کی طرف اور سیدھے راستے کا حکم دیتا ہے جو حق سے نہیں ہٹتا اور نہ اس سے دور ہوتا ہے۔[43]

امام صاحب فرماتے ہیں:

اختلف اهل التاويل في المضروب له هَذا المثل؛ فقال بعضهم في ذلك بنحو الذي قلنا فيه: ذِكر من قال ذلك:

تاویل کرنے والوں نے اس مثال میں مضروب لہ(جس کے لیے مثال دی گئی) کے بارے اختلاف کیا ہے۔ان میں سے بعض نے وہ تشریح کی جو ہم نے بیان کی ہے جیسے کہ:

قتادہ سے مروی ہے:﴿لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ سے مراد بت اور﴿هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾ سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ ہے وہ عدل کا حکم دیتا ہے۔﴿وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ اور مجاہد سے بھی یہی منقول ہے اور مجاہد فرماتے ہیں پہلی مثال بھی اللہ نے اپنی ذات اور بتوں کے بارے بیان کی ہے۔[44]

مجاہد سے مروی ہے قول باری تعالیٰ:﴿عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا﴾، اور﴿رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ﴾ اور﴿وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾ یہ سب مثالیں معبود حق اور وہ باطل معبود جن کی وہ عبادت کرتے ہیں ان کے بارے میں ہیں۔[45]

ضحاک سے مروی ہے﴿وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ﴾ فرماتے ہیں بے شک اللہ نے یہ مثال ان لوگوں کے لیے بیان کی ہے۔

قال آخرون: بَل كِلا المثلين للمُؤْمِنِ والكافِر وذلك يروى عن ابن عباس

یہ دونوں مثالیں مومن اور کافر کے بارے میں ہیں۔

امام طبری نے مذکورہ آیت اور اس سے قبل والی آیت دونوں میں بیان کردہ امثال کو ابن عباسؓ سے یہاں باری باری روایت کیا ہے۔جن کا ذیل میں احاطہ کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:﴿وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ﴾ إلى آخر الاية، یعنی وہ گونگا شخص جو اپنے مالک پر بوجھ ہے۔اس سے مراد کافر ہے۔﴿وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾ سے مراد مومن ہے۔اور یہ مثال اعمال سے متعلق ہے۔[46]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا﴾ یہ آیت قریش کے ایک شخص اور اس کے غلام کے بارے نازل ہوئی۔اور﴿مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ تا قول باری تعالیٰ﴿وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ تک حضرت عثمان بن عفان کے بارے میں نازل ہوئی۔فرماتے ہیں اَبْكَمُ حضرت عثمان کا غلام تھا وہ کافر تھا۔حضرت عثمان اس پر خرچ کرتے تھے اور اس کی کفالت کرتے تھے وہ اسلام کو پسند نہ کرتا تھا اور وہ غلام آپؓ کو صدقہ اور نیکی کرنے سے بھی روکتا تھا پس یہ ان دونوں کے بارے نازل ہوئی۔[47]

امام طبری فرماتے ہیں:اس میں اللہ نے تمثیل بیان کی ہے۔ایک گونگے کی مثال سے جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔اور کفار بلاشبہ ان میں سے جو بہت کثیر اموال رکھتا ہے اور اکثر اپنے فساد کی وجہ سے نقصان عظیم پہنچاتا ہے اور نہیں کر پاتا کچھ بھی جس پر وہ اختیار نہیں رکھتا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کر کے اس کا ذکر کیا ہے۔اس

کے مقابلے میں اس شخص کے ساتھ جو اختیار رکھتا ہے بہت سی چیزوں پر اگر بات اسی طرح ہے تو معانی میں سے اولیٰ وہ تمثیل ہے جس کا اللہ نے بطور تمثیل ذکر کیا اس شخص کے ساتھ جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ بت ہیں جو کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتے جیسا کہ گونگا جس کا انحصار اپنے آقا پر ہوتا ہے اور اپنی ذاتی کوئی اختیار نہیں ہوتا جیسا کہ اس کا وصف بیان کیا گیا ہے۔[48]

مذکورہ بالا دونوں امثال سورۃ النحل میں بالترتیب آیت 75 اور 76 میں آئی ہیں۔ امام صاحب نے ان امثلہ کی وضاحت میں روایات سلف نقل کیں اور امام طبری ان روایات کو بطور دلیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وإنما اخترنا القول الذي اخترناه في المثل الاول؛ لِأنّه تعالى ذِكره مَثَّلَ مَثَلَ الْكَافِرِ بالعبْدِ الذي وصف صِفته، وَ مَثَّلُ مَثَلَ المُؤْمِن بالذي رزقه رِزقاً حَسَنًا فَهُوَ ينفِق مِمَّا رَزَقَه سِرًّا وَ جَهْرًا، فَلَمْ يَجُزْاَنْ يكون ذَلِكَ لِلّٰهِ مَثَلاً؛ إذ كان اللهُ إنَّما مَثَّلَ الكافر الذي حَرَمَه التوفيق فَخَذَ له عن طاعتِهِ، بالعبد الذي لا يقدر علي شي، بأنّه لَمَ يَرْزُقه رِزقًا ينفق مِنه سِّراً، وَمَثَلَ المُؤْمِن الذي وَفَّقَه لِطَاعَتِهِ فَهَداه لِرُشدِه فهو يَعمَل بما يرضاه الله، كالحُرِّ الذي بَسَط له في االرِّزْق فَهُوَ يُنفِق مِنه سِرًّا وَجَهْرًا، والله تعالي ذكره هَو الرزاق غير المرزوق، فغير جائز أن بمَثَّل إفضاله وجودَه بانفاقِ المرزوق الرّزق الحسن.[49]

ہم نے وہ قول اختیار کیا ہے جو مثل اول میں ہم بیان کر چکے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو مثال بیان فرمائی ہے اس میں کافر کی مثال اس غلام کے ساتھ دی ہے جس کی صفات بھی بیان کر دی ہیں اور مومن کی مثال اس شخص کے ساتھ دی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بہترین رزق عطا کیا ہو اور وہ اس رزق میں سے جو اسے اللہ نے دیا ہے راز داری سے اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے۔ تو یہ جائز نہیں ہے کہ یہ مثال اللہ کے لیے بنے، اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کی مثال یوں بیان کی ہے کہ اللہ نے اس کو توفیق سے محروم کر دیا اور اس کو گمراہ کر دیا اطاعت سے، اس غلام کی طرح جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا، اس طرح کہ اس کو تو رزق دیا ہی نہیں کہ وہ اس کو پوشیدہ خرچ کرے۔ مومن کی مثال ایسی ہے کہ اللہ نے اس کو اپنی اطاعت کی توفیق دی اور اس کو رشد و ہدایت کا رستہ دکھایا، پس وہ اللہ کو راضی کرنے والے اعمال بجالاتا ہے۔ اس آزاد شخص کی طرح کہ جسے اللہ نے رزق میں بہت وسعت دی اور وہ اس میں سے خفیہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے اور اللہ نے اپنا ذکر کیا ہے کہ وہ تو رزاق ہے مرزوق نہیں۔ اس لیے یہ جائز نہیں کہ بہترین رزق کے خرچ کرنے میں اللہ کی اس فضیلت اور وصف کو مرزوق کے ساتھ ممثل کیا جائے۔

یہاں امثال کے توضیحی اسلوب میں یہ جدت نظر آتی ہے کہ:

سبب نزول والی روایت سے استدلال

دو امثلہ کی توضیح کے بعد ایک مجموعی ترجیحی مؤقف وضاحت سے پیش کرنا۔

5- دنیا اور دنیاوی مال و متاع کی وقعت

﴿وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ١ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرً﴾[50]

”اور ان سے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کردو(وہ ایسی ہے) جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا تو اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی پھر وہ چورا چورا ہوگئی کہ ہوائیں اسے اڑاتی پھرتی ہیں۔ اور خدا تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

امام طبری اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہاں اللہ رب العزت اپنے صاحب عزت نبی حضرت محمد ﷺ سے فرماتا ہے آپ ان تکبر کرنے والوں کے لیے دنیوی زندگی کی ایک مثال بیان کیجیے جو آپ ﷺ سے ان لوگوں کو دھتکارنے کی بات کرتے ہیں جو لوگ اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں جب ہم نے آپ کو بھیجا اس دنیا میں جس میں وہ ہیں اس کی مثال بیان فرمائی اللہ نے۔ فرمایا: ﴿كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ﴾ یہ بارش کی طرح ہے جس کو اس نے آسمان سے نازل کیا۔ جب اس بارش کے پانی کا زمین کی نباتات سے اختلاط ہوا تو زمین کی کھیتی خوب گنجان اور گھنی ہو کر اگ آئی۔ پھر وہ چورا چورا ہوگئی (خشک ہو کر بھس بن گئی (پھر ہوا چلتی ہے اور اس کو اڑا لے جاتی ہے اور بکھیر دیتی ہے۔

﴿وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے باغ کو برباد کر دیا جس نے اپنے باغ میں داخل ہوتے وقت کہا: ﴿مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً﴾ (الکہف:۳۵-۳۶)

اور ان لوگوں کا مال ہلاک کر دیا جن مال والوں نے اپنے حقوق کی ادائیگی میں بخل برتا اور اس سے ان کی دنیاوی مال ومتاع کو ان کے حق میں زائل کر دیا اور اس کے علاوہ بھی جو کچھ وہ چاہے وہ اس پر قادر ہے۔ اور کوئی بھی معاملہ اس کو اس کے ارادہ سے روک نہیں سکتا۔ اور وہ فرماتا ہے مال والے اپنے مال کی کثرت پر فخر نہ کریں اور نہ ہی کسی اور چیز پر تکبر کریں جو اس کے علاوہ ہو اور اہل دنیا دھوکہ نہ کھائیں دنیاوی مال ومتاع کی وجہ سے کیونکہ اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کھیتی جس کا حسن بارش سے متوازن رہتا ہے۔ اگر اس سے پانی روک لیا جائے تو محض مرجھا جائے گی اور اس کی نشوونما وبڑھوتری ختم ہو جائے گی اور وہ خشک ہو جائے گی اور ہوا اس کو اڑا لے جائے گی یہاں تک کہ وہ (کھیتی) ختم ہو جائے گی اور دیکھنے والوں کی نگاہیں اس سے متنفر ہو جائیں گی۔ لیکن عمل کرنا چاہیے اس کے لیے جو باقی رہے جس کو کوئی فنا نہ ہو۔ جس کو دوام ہے جو نہ کبھی ختم ہو اور نہ تبدیل ہو۔

- اس آیت امثال کے بیان میں امام طبری نے دیگر امثال سے مختلف اسلوب اختیار کیا ہے۔
- امام صاحب نے اس مثال کی وضاحت میں روایات بیان نہیں کیں فقط اس آیت میں اللہ کی مراد کو کھول کر واضح کیا ہے۔ اور دنیا کے عارضی اور فانی ہونے کو واضح کیا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ انسان اس عارضی مال ومتاع پر متکبر اور مغرور نہ ہو۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تکبر کرنے والے کے مال ومتاع کو زائل کرنے پر بھی قادر ہے۔ اس بارے قرآن سے دلیل نقل کی ہے۔

نتائج بحث:

☆ قرآن کریم میں پیچیدہ حقائق کو تمثیلی اسلوب میں سادہ اور موثر انداز میں بیان کرنا قرآن حکیم کا اعجاز ہے۔

☆ مثال جس کی جمع مثل یا امثال ہے اس سے مراد کسی ایک چیز کا دوسری چیز کی خصوصیت سے مشابہ ہونے کی صلاحیت رکھنا ہے۔

☆ مثال کی عظمت و حقارت اس چیز کی عظمت و حقارت پر مبنی ہوتی ہے جس کے لیے مثال پیش کی جارہی ہو۔

جیسے ایمان کی تمثیل نور سے اور کفر کی قباحت کو ظلمات کی مثال کے ذریعے بیان کرنا مخاطب کے لیے زیادہ موثر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر امثال بیان کرنے کے جو مقاصد بیان کیے ان کا عطر یہ ہے:

تفکر و تدبر پر ابھارنا، تزکیہ کی جانب متوجہ کرنا، عبرت و موعظت کا سامان کرنا، حقائق کا ادراک کرنے والا شعور بیدار کرنا۔

امام طبری نے جامع البیان میں امثال القرآن کے بیان میں متنوع مناہج اختیار کیے ہیں۔

☆ امام صاحب اکثر آیت امثال کی توضیح میں بھی دیگر آیات کی مانند مختلف فیہ تاویلات کو نقل کرتے ہیں اور ہر ایک کے حق میں سلف سے روایات بھی نقل کرتے ہیں اور اپنے نقطہ نگاہ کو بھی بیان کرتے ہیں۔

☆ امام ابن جریر کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ مختلف فیہ تاویلات آیت امثال کی تاویل میں نقل کرنے کے بعد جو تاویل آپ کے نزدیک پسندیدہ ہو اس کی تائید کرتے ہیں اور قرائن کی بنیاد پر اس تاویل کو ترجیح دیتے اور اقوال سلف سے اس قول کو موکد بناتے ہیں۔

☆ امام طبری کا ایک اسلوب اسباب نزول کی روایات سے استدلال ہے۔

☆ امثال القرآن کے بیان میں یہ اسلوب بھی نظر آتا ہے کہ بغیر کوئی روایت بطور استدلال نقل کیے مثال کے مرادی مفاہیم کو واضح کرنا۔

حوالہ جات

1 راغب اصفہانی، معجم مفردات الفاظ القرآن، تحقیق یوسف الشیخ محمد البقاعی، (بیروت: دار الفکر، 2006)، ص350

2 ابن فارس، مقائیس اللغۃ اتحاد الکتب العرب، 2002، 5:296

3 طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، قاہرہ، دار الحدیث، 2010، 1:88

4 زمخشری، الکشاف، (بیروت: دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ، 1407)، 1:111

5 رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، (بیروت، دار احیا التراث العربی، الطبقۃ الثالثۃ، 1420ھ،) 2:312

6 بدر الدین زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق ابی الفضل الدمیاطی، (قاہرہ، دارالحدیث، 2006)، ص: 327

7 ابراہیم14:25

8 الزمر39:27

9 الحشر59:21

10 العنکبوت29:43

11 البقرۃ2:171

12 طبری، جامع البیان، 2:28

13 ایضاً

14 ایضاً

15 طبری، جامع البیان، 2:29

16 ایضاً

17 ایضاً

18 ایضاً

19 ایضاً

20 ایضاً

21 ایضاً

22 طبری، جامع البیان، 2:30

23 طبری، جامع البیان، 2:332-331

24 البقرۃ2:266؛ طبری، جامع البیان، 2:855

25 البقرۃ2:264

26 طبری، جامع البیان، 2:856

27 ایضاً

28 طبری، جامع البیان2:857

29 ایضاً

30 ایضاً

31 ایضاً

32 طبری، جامع البیان، 2:858

33 ایضاً

34 طبری، جامع البیان، 859:2

35 ایضاً

36 النحل 16:76؛ طبری، جامع البیان، 231:7

37 طبری، جامع البیان، 231:7

38 ۲طبری، جامع البیان، 231:7

39 ایضاً

40 ایضاً

41 ایضاً

42 النحل 76:16؛ طبری، جامع البیان، 232:7

43 طبری، جامع البیان، 232:7

44 طبری، جامع البیان، 323: -223

45 طبری، جامع البیان، 233:7

46 طبری، جامع البیان، :233:7

47 ایضاً

48 ایضاً

49 طبری، جامع البیان، 7:233-234

50 الکہف 45:18؛ طبری، جامع البیان، 599:7